تعلیمی تربیتی و فکری

# بچوں کا
# مشرب ناب

شمارہ ۱

کتاب ـــــــــــــــ بچوں کا مشرب ناب (شمارہ 1)

پیشکش ـــــــــــــ متاب پبلیکیشنز

کتاب حاصل کرنے کیلئے، کوئز حل کرنے کیلئے اور مزید معلومات کیلئے

kids.mashrabenaab.com

پر رجوع کریں۔

سلسلہ وار

تعلیمی تربیتی و فکری

# بچوں کا
# مشرب ناب

شمارہ ۱

متاب پبلیکیشنز

# فہرست


| | |
|---|---|
| پانی کا چکر | 2 |
| سب سے طاقتور کون؟ | 6 |
| قیمتی تحفہ | 8 |
| اپنے آپ کو کیسے سنواریں؟ | 12 |
| القابات حضرت زہرا علیہ السلام | 14 |
| فلسطینی بچیوں کی کہانی | 16 |
| دو چہرے والا شخص | 19 |
| اونٹ کی کمر باندھنا | 22 |
| بہترین مدد | 23 |
| الٰہی رہنما | 26 |
| سلام کے آداب | 27 |

# پانی کا چکّر

ٹرن ٹرن ٹرن ٹرن۔۔۔۔ جیسے ہی گھنٹی کی آواز آئی، سارے بچے شور کرتے ہوئے کلاس میں داخل ہو گئے۔ بریک ٹائم ختم ہو چکا تھا اور تمام بچے بہت خوش تھے کیونکہ اب سائنس کا پیریڈ شروع ہونا تھا۔ سائنس کی ٹیچر تمام بچوں کو بہت اچھی لگتی تھی، اس لیے بچے بے چینی سے سائنس کے پیریڈ کا انتظار کرتے تھے۔

"السلام علیکم!" سب بچوں نے ایک آواز میں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام!" ٹیچر ناہید نے جواب دیتے ہوئے کہا "پیارے بچوں کیسے ہیں آپ لوگ؟"

"ہم سب ٹھیک ہیں ٹیچر" تمام بچوں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"بچوں! کیا آپ کو معلوم ہے کہ آج ہم سائنس میں کون سا سبق پڑھنے والے ہیں؟" ٹیچر نے سوال کیا۔

بچے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے "نہیں معلوم ٹیچر"۔

"آج آپ ہمیں کیا پڑھائیں گی" سارہ نے معصومیت سے سوال کیا۔

"جی آج تو ہم ایک بہت ہی اہم سبق پڑھنے والے ہیں"۔ ٹیچر نے سائنس کی کتاب کھولتے ہوئے کہا۔

"کون سا سبق؟" سب بچوں نے پھر سوال کیا۔

"جی تو پیارے بچو! آج ہم پڑھیں گے پانی کے چکر کے بارے میں یعنی واٹر سائیکل کے بارے میں"۔ ٹیچر ناہید نے بچوں کی دلچسپی دیکھتے ہوئے کہا۔

حمیدہ نے حیرت سے پوچھا "کیا پانی کا بھی کوئی چکر ہوتا ہے؟"

ٹیچر ناہید نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "جی پیارے بچو! آج ہم اسی پانی کے چکر کو سمجھیں گے"۔

ٹیچر نے پھر marker اُٹھایا اور بورڈ پر بڑے بڑے پہاڑ بنانے لگی اور پھر نیچے دریا بنایا اور پھر سورج بھی بنایا۔

سکینہ نے مزاحیہ انداز میں کہا "ٹیچر! یہ ہماری ڈرائنگ کا پیریڈ ہے یا سائنس کا!"

ٹیچر ناہید نے بہت ہی نرم لہجے میں جواب دیا "بیٹا یہ سائنس کا ہی پیریڈ ہے اور ہم ان تصاویر کے ذریعے سے آج واٹر سائیکل کو سمجھنے والے ہیں اس لیے تمام بچے بورڈ پر دیکھیں اور میری باتوں کو غور سے سنیں"۔

ٹیچر ناہید نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا "دیکھوں بچوں میں نے اس تصویر میں بڑا سا سمندر بنایا ہے۔ کیا آپ لوگوں نے کبھی سمندر کی سیر کی ہے؟"

حمیدہ نے ایکسائٹڈ ہوتے ہوئے بولا "جی ٹیچر سمندر کی سیر کرنا تو مجھے بہت پسند ہے۔ پچھلے ہی اتوار ہم سمندر کی سیر کے لیے گئے تھے، بڑا مزہ آیا تھا"

نازش نے بھی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا "سمندر کی سیر کرنا تو ہم سب کو بہت اچھا لگتا ہے"۔

ٹیچر ناہید نے پھر سوال کیا "بتائیں بچوں سمندر کا پانی چکھنے میں کیسا ہوتا ہے؟ کیا میٹھا ہوتا ہے؟"

نازش نے کہا "نہیں ٹیچر! سمندر کی سیر کرنے میں تو بڑا مزا آتا ہے مگر سمندر کا پانی بڑا ہی نمکین اور کھارا ہوتا ہے"۔

حمیدہ نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا "جی ٹیچر! ایک مرتبہ کھیلتے کھیلتے سمندر کا پانی میرے حلق میں چلا گیا تھا، میری تو طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ اس قدر نمکین پانی تھا۔۔۔۔"

ٹیچر نے مسکراتے ہوئے کہا "جی بچو! بالکل صحیح بتایا آپ سب نے۔ سمندر کا پانی بہت نمکین ہوتا ہے اور یہی سمندر کا پانی سورج کی حرارت

کے ذریعے water vapors کی شکل میں ہوا میں اُڑتا ہے اور پھر بادلوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور جب یہ بادل بہت زیادہ بھاری ہو جاتے ہیں تو پھر ایک دوسرے سے ٹکرا کر یا پہاڑوں سے ٹکرا کر بارش کی شکل میں برسنے لگتے ہیں۔ اور پھر یہی پانی جانوروں کی پیاس بجھاتا ہے، انسانوں کے کام آتا ہے، کھیتوں کو سرسبز اور شاداب کرتا ہے،

سبزیاں اُگاتا ہے، پھل اُگاتا ہے، یعنی سب کو فائدہ پہنچاتا ہے اور پھر ندی نالیوں سے ہوتا ہوا دوبارہ سے سمندر کی طرف چلا جاتا ہے اور سمندر سے مل جاتا ہے۔ اسے کہتے ہیں پانی کا چکر۔

یعنی اب پانی نے اپنا پورا چکر مکمل کر لیا۔ سمندر سے water vapors کی شکل میں اُڑ کر اب دوبارہ سمندر میں آ گیا۔

سارا نے مسکراتے ہوئے کہا "اب سمجھ میں آیا کہ اسے پانی کا چکر کیوں کہتے ہیں"۔

"ٹیچر آپ نے ہمیں بہت اچھے طریقے سے سمجھایا" زارا اور سارا نے مل کر کہا۔

ٹیچر ناہید نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا "پیارے بچو! یہ تو سائنس کا ایک topic تھا، مگر اس topic سے ہمیں ایک اور اہم پیغام بھی حاصل کرنا ہے اور وہ پیغام خود انسان کی اپنی ذات سے متعلق ہے۔

حمیدہ نے حیرت سے پوچھتے ہوئے کہا "وہ کون سا پیغام؟"

ٹیچر ناہید نے کہا "اب اس مثال کو دوبارہ غور سے دیکھیں اور اس سے ہم کچھ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ لوگوں نے بتایا تھا کہ سمندر کا پانی نمکین اور کھارا ہوتا ہے لیکن یہ جب بارش کی صورت میں برستا ہے تو پھر اس کا ذائقہ کیسا ہوتا ہے؟"

سب بچوں نے ایک ساتھ کہا "میٹھا"۔

"جی ہاں! یہی میں آپ لوگوں کو سمجھانا چاہ رہی ہوں"۔ ٹیچر نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"دیکھو بچو! پانی نے اپنا سفر طے کیا، سمندر سے آیا اور سمندر میں ہی دوبارہ چلا گیا، مگر اس سفر کے دوران اس پانی نے دو کام کیے۔"

"کون سے دو کام؟" نازیہ نے سوال کیا۔

"جی بچو! میں سمجھا رہی ہوں تھوڑا غور سے سنیں۔ اس مکمل پانی کے چکر میں پانی نے دو اہم کام کیے۔ پہلا یہ کہ پانی نے اپنے آپ کو تبدیل کیا۔ یعنی پہلے کھارا اور نمکین تھا مگر اب میٹھا ہو گیا اور دوسرا اس پانی نے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا۔ جانوروں کو، انسانوں کو، کھیتوں کو سب کو فائدہ پہنچایا۔ بس یہی انسان کی زندگی کا مقصد بھی ہونا چاہیے۔

انسان اللہ کے پاس سے آیا ہے اور اُسے اللہ کے پاس ہی دوبارہ واپس بھی جانا ہے، جو قرآن کی ایک آیت بھی ہے"۔

"کون سی آیت؟" نازیہ نے فوراً سوال کیا۔

"کیا آپ لوگوں نے قرآن کی یہ آیت نہیں سُنی؟"

**إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ**

"جی ٹیچر! یہ آیت تو ہم نے کئی مرتبہ سُنی ہے۔ جب بھی کسی کے انتقال کی خبر آتی ہے، امی فوراً کہتی ہیں **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** اب تو ہم سب بہن بھائیوں کو بھی یہ آیت یاد ہو گئی ہے"۔

باقی بچوں نے بھی سر ہلاتے ہوئے کہا کہ ہمیں بھی یہ آیت یاد ہے۔

"یہ آیت دراصل مُردوں کے لیے نہیں بلکہ ہم زندہ انسانوں کے لیے ہے کہ ہم اللہ کی طرف سے ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی طرف جانا ہے۔" ٹیچر ناہید نے بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"مگر درمیان میں ہم انسانوں کو یہی دو کام کرنے ہیں۔ اپنے آپ کو تبدیل کرنا ہے، اپنے اندر سے تمام بُرائیوں کو ختم کر کے اپنے آپ کو ایک اچھا انسان بنانا ہے، بالکل بارش کے میٹھے پانی کی طرح اور دوسرا کام جو انسان کو کرنا ہے وہ ہے دوسروں کو فائدہ پہنچانا، یعنی صرف خود اچھا نہیں بننا ہے بلکہ ہماری زندگی کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہم دوسروں کو بھی اچھا بنائیں، خود بھی خدا کی طرف پہنچے اور دوسروں کو بھی خدا کی طرف لے جائیں۔ اسے کہتے ہیں انسان شناسی یعنی انسان اپنے آپ کو پہچانیں، اپنی زندگی میں بھیجے جانے کے مقصد کو جانیں اور پھر ایک اچھا انسان بننے کی کوشش کریں اور پھر دوسروں کو بھی اچھا انسان بنائیں۔

"ٹیچر آپ نے تو سائنس کے ایک موضوع کے ذریعے سے ہماری عملی زندگی کو اچھا بنانے کے لیے بہت اچھا میسج دے دیا۔ اسی لیے تو ہمیں سائنس کا پیریڈ بہت زیادہ اچھا لگتا ہے"۔ عابدہ نے کہا

پھر سب بچوں نے ایک ساتھ کہا "ٹیچر آپ کا بہت بہت شکریہ۔۔۔۔ اب ہم سب اپنے آپ کو اچھا بنانے کی کوشش کریں گے"۔

# سب سے طاقتور کون؟

## رسول اللہ ﷺ کی نظر میں طاقتور انسان

مدینہ کی ایک گلی میں ایک جگہ کچھ نوجوان جمع ہو کر آپس میں وزن اُٹھانے کا مقابلہ کر رہے تھے، باری باری سب پتھر اٹھا رہے تھے تا کہ پتہ چلے کہ سب سے بڑا طاقتور پہلوان کون ہے؟ قریب سے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا گزر ہوا اور اُن نوجوانوں کی نظر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر پڑی تو انھوں نے خواہش ظاہر کی کہ ہم مقابلہ کر رہے ہیں لیکن کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چونکہ صادق و امین ہیں اس لیے ہمارے درمیان فیصلہ کریں۔ ہم مقابلہ کرتے ہیں اور آپ ہمیں بتائیے کہ ہم میں کون سب سے بڑا پہلوان ہے۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن لوگوں کی اس خواہش کو قبول کیا اور فرمایا "میں تمہارے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے تیار ہوں، شروع کرو"۔

ایک ایک کر کے سب نے وزن اٹھایا، اُس کے بعد فیصلے کا وقت آیا تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ میں بتاؤں تم میں سب سے بڑا بہادر انسان کون ہے؟ وہ کہنے لگے "جی بتائیں کہ ہم میں سے سب سے زیادہ طاقتور کون ہے؟"

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بڑا طاقتور وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو پالے۔

رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ بتانا چاہ رہے تھے کہ بڑا پتھر اٹھانے والا طاقتور نہیں ہوتا بلکہ اپنے نفس پر کنٹرول کرنے والا سب سے بڑا طاقتور ہوتا ہے۔

اب یہ دیکھنے کیلئے کہ ہم طاقتور ہیں یا نہیں؟ ضعیف و بزدل ہیں یا دلیر و شجاع؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب ہمارے سامنے نامحرم آئے، غلط منظر آئے، غلط تصویر آئے، غلط فلم آئے، غلط ڈرامہ آئے، جہاں پر

مومن کو حکم ہے کہ:

**قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ**...(النور:۳۰)

اپنی ان آنکھوں کا شٹر گرادو، یہاں پتہ چلے گا کہ ہم میں کتنی طاقت ہے۔ آنکھ کی پلک کا وزن چند گرام ہے، چند گرام وزن کی یہ آنکھ کی پلک جسکو اٹھانے میں کوئی زور نہیں لگتا، اس کو گرانے میں بھی زور نہیں لگتا۔ جو لوگ وزنی پتھر اٹھالیتے ہیں، انہیں کہا جاتا ہے کہ اب نامحرم آپ کے سامنے ہے یا ٹی وی پر کوئی بُرا منظر آتا ہے تو اپنی آنکھوں کا شٹر گرادو! تو نہیں گرا سکتے بلکہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں تو یہ کمزور اور پست انسان ہے اور اس کے اندر طغیان یعنی طاغوت موجود ہے۔

## طاغوت کے معنیٰ

طاغوت لفظ طُغیان سے نکلا ہے جس کے لفظی معنیٰ ہیں حد سے بڑھ جانا یا حد سے گزر جانا۔

جب سمند کا پانی حد سے گزر جاتا ہے اور طوفان کا خطرہ ہوتا ہے ہم اُس وقت کہتے ہیں کہ سمندر میں طغیانی آگئی ہے۔

اسی طرح

- جس کے اندر بہت زیادہ طغیانی ہو، جس کی خواہشیں اور جذبات بے قابو ہو جائیں، جس کے احساسات بے قابو ہو جائیں اور حد سے بڑھ جائیں یہ طاغوت ہے۔
- جس کی گفتگو ادب کے دائرے سے آگے چلی جائے یہ طاغوت ہے۔
- جس کی نظریں وہاں جا پڑیں جہاں نہیں پڑنی چاہیے یہ طاغوت ہے۔
- جس کا ہاتھ حد سے آگے بڑھ جائے اور اس مال یا اس چیز تک جا پہنچے جہاں نہیں جانا چاہیے تھا، یہ طاغوت ہے۔

انسان کے نفس کے اندر طغیان بہت بڑا خطرہ ہے جس کی وجہ سے انسان خواہشات، احساسات اور غضب کے طغیان میں ڈوب جاتا ہے۔

## تقویٰ، طغیان کو قابو کرنے والی طاقت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طغیان کو قابو میں رکھنے کیلئے ایک طاقت عطا کی ہے جس کا نام تقویٰ ہے۔ تقویٰ ایک قوت و پاور کا نام ہے، طاقتور انسان کو متقی انسان کہتے ہیں۔ قرآن بہت ہی طاقتور اور مضبوط انسان کو متقی کہتا ہے نہ کہ جسم کی طاقت بلکہ جس کے اندر ارادے کی طاقت

اتنی زیادہ ہو کہ جو ہر طغیان کو روک لے، جذبات میں طغیان آئے تو روک لے، احساسات میں طغیان آئے تو روک لے، خواہشات میں طغیان آئے تو روک لے، اعضاء و جوارح میں طغیان اٹھے تو اسے روک لے، کسی آرزو و تمنا میں طغیان آئے تو اسے روک لے۔ جو شخص اپنے اندر کے طغیان کو نہیں روک سکتا وہ ضعیف اور کمزور انسان ہے۔

# قیمتی تحفہ

آپی آپی!! کہاں ہیں آپ؟؟ آپ کی دوست کا فون ہے۔ سات سالہ ذیشان پورے گھر میں امی کا فون پکڑے گیارہ سالہ زارا کو ڈھونڈ رہا تھا۔

ارے بھائی کیا ہوا؟ زارا نے کمرے سے نکل کر چیزیں میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

”آپ کی دوست اقصیٰ باجی کا فون ہے۔“ ذیشان نے موبائل زارا کو تھمایا اور خود گیند سے کھیلتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

(اقصیٰ، زارا کی چند بہترین دوستوں میں سے ایک تھی۔)

”اور سناؤ اقصیٰ، کیسے فون کیا؟“ زارا نے خوش دلی سے پوچھا۔

"تم آرزو کی برتھ ڈے پارٹی میں شام کو آ رہی ہو نا؟ کتنے بجے پہنچو گی؟؟ اور یہ بتاؤ کیا گفٹ دینے کا سوچا ہے؟؟“

اقصیٰ نے ایک ہی سانس میں سارے سوال پوچھ ڈالے۔

زارا نے سوالوں کے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" آنے کا تو پورا ارادہ ہے۔ مگر گفٹ کا فیصلہ نہیں کر پا رہی۔ پہلے سوچا کہ پرس دے دوں۔ مگر پھر خیال آیا کہ وہ تو پچھلے سال دے چکی ہوں۔ اسٹیشنری باکس کا بھی آئیڈیا آیا مگر وہ تو بہت عام سی چیز ہے۔ سوچ رہی ہوں شرٹ پیس گفٹ کر دوں۔ میرے پاس ایک بلکل ہی نئی شرٹ موجود ہے، سوچ رہی ہوں وہی دے دوں، تو خاص بازار جا کر خریدنا بھی نہیں پڑے گا۔“

"اچھا آئیڈیا ہے۔ میں آرزو کو ایک پرس گفٹ کر رہی ہوں۔" اقصیٰ نے فوراً سے بولا۔

"ہاں، یہ بھی اچھا آئیڈیا ہے!!" زارا تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکی۔

"چلو شام میں ملتے ہیں"۔

سب ہی بے چینی سے آرزو کے گھر ملنے کے منتظر تھے۔ کافی دنوں کے بعد کسی سہیلی کے گھر سب جمع ہو رہے تھے اس لیے۔

سب ہی سہیلیاں بہت ایکسائٹڈ تھیں۔ شام کو سب بچے بہت خوش تھے۔

کیک کٹنگ کے بعد سب نے آرزو کو تحفے دیے۔ آرزو کی مما نے سب بچوں کے لیے بہت ساری ڈشز تیار کی تھیں۔ کھانے کے بعد انہوں نے مختلف گیمز بھی کھیلیں، جس میں جیتنے والے بچوں کو تحفے بھی ملے۔ زارا کو بھی ایک خوبصورت چین بطور تحفہ ملی۔

آرزو کی امی نے نماز کا انتظام کیا ہوا تھا۔ اس لیے مغرب کا وقت داخل ہوا تو خود آرزو نے اذان دی اور سب بچوں نے وضو کر کے نماز پڑھی۔

پھر آرزو کی پھوپھو کمرے میں آئیں۔ سب بچیوں نے انہیں سلام کیا۔

پھوپھو نے جوابِ سلام کے بعد کہا۔

"پیارے بچو! آج حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت کی رات ہے۔ آپ سب کو مبارک ہو!"

"ارے ہاں! آج تو ولادت کی شب ہے!!" سارے بچے متوجہ ہو گئے۔

" آپ نے آرزو کو اس کی سالگرہ پر اتنے خوبصورت تحفے دیے ہیں۔

آرزو بہت خوش ہے!! امید ہے آپ سب کو بھی یہاں بہت مزہ آیا

ہو گا۔ مگر آج بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کی ولادت کی شب ہے تو ہمیں ان کو بھی کچھ تحفہ دینا چاہیے !!"

سب بچیاں خاموش تھیں۔

"آپ سب جانتے ہیں نا کہ ہمیں دنیا کی ساری نعمتیں معصومین علیہم السلام کی وجہ سے ملی ہیں۔ ان کی ولادت پر ہمیں ان کو بھی کچھ خاص تحفہ دینا چاہیے !! ان کو تحفہ دینے سے ہماری ہی زندگی کی برکتیں زیادہ ہو نگی۔"

سب سوچنے لگے کہ بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کو کیا تحفہ دیں؟

عابدہ کہنے لگی "حضرت زہراؑ کو درود کا تحفہ بہت پسند ہے۔" یہ سنتے ہی سب نے زور سے درود پڑھا۔

عابدہ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا: "میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث سنی ہے کہ جو محمدؐ اور آل محمدؐ پر درود بھیجے گا خدا اس کے لیے سو نیکیاں لکھے گا۔ میں تو بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کو درود کی تسبیح کا گفٹ دوں گی۔"

صدیقہ بولی "میں تسبیح زہرا سلام اللہ علیہا پڑھ کر بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کو ہدیہ کروں گی کہ یہ تسبیح شیطان کو بھگاتی اور اللہ کو خوش کرتی ہے اور خود رسول خداؐ نے بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کو یہ تسبیح سکھائی تھیں۔"

بتول کہنے لگی "میں ماما کی گھر کے کاموں میں مدد کروں گی اور اس کا ثواب بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کو gift کر دوں گی۔"

"واؤ!! ماشاءاللہ آپ سب کے پاس تو بہت بہترین آئیڈیاز ہیں!!" زارا کی پھوپھو نے حوصلہ افزائی کی۔

واپسی کے پورے راستے زارا سوچتی ہوئی آئی کہ وہ بھی بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کو کون سا قیمتی تحفہ دے۔ پھر اچانک ہی اس کے ذہن میں ایک زبردست آئیڈیا آیا۔ اس نے سوچا کہ اپنے اگلے دن کے تمام کاموں کو بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کی باتوں کے مطابق انجام دے گی تاکہ حضرت زہراؑ اپنی ولادت کے دن زارا سے خوش ہوں۔ اب زارا بے چینی سے اگلے دن کا انتظار کر رہی تھیں۔

رات کی بھرپور نیند کرنے کے بعد زارا صبح نماز پڑھنے کے بعد بہت فریش تھی۔ جلدی جلدی اس نے ناشتہ کیا اور تیار ہو کر اسکول پہنچی۔

اسکول گیٹ پر اس کی نظر آنٹی رقیہ پر پڑی جو اسکول میں صفائی کا کام کرتی تھی۔

وہ بہت سا کوڑا ایک شاپر میں ڈال کر باہر کی طرف جا رہی تھی۔ اچانک اس کے ذہن میں بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کی یہ حدیث آئی۔

"مومن کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنے کی جزا جنت ہے"۔ پھر اپنے آپ سے کہا کہ کیوں نہ میں انھیں سلام کروں۔

پہلے تو اسے بڑا عجیب سا محسوس ہوا کہ کام کرنے والی کو کیسے سلام کرے۔ مگر پھر اس نے لاحول پڑھا اور بڑھ کر آنٹی رقیہ کو مسکرا کر سلام کیا۔ انہیں بھی اس سلام کی توقع نہ تھی! بہر حال انہوں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"کتنی عجیب سی positive energy آ گئی میرے اندر آنٹی کی مسکراہٹ سے۔" زارا سوچنے لگی۔

اسمبلی کے بعد بچے کلاس کی طرف روانہ ہو گئے تو زارا کی کلاس میٹ شازیہ کہنے لگی۔

"ارے وہ دیکھو۔ سائنس کی ٹیچر !!"

سائنس کی ٹیچر کلاس میں دونوں ہاتھوں سے اپنا سر دبا رہی تھیں کیونکہ آج ان کے سر میں بہت زیادہ درد تھا۔ اسی وقت برکت بابا نے ان کے ہاتھ میں پانی کا گلاس اور دوا پکڑائی تو شازیہ کہنے لگی۔

"اچھا ہوا ان کی طبیعت خراب ہو گئی۔ مجھے تو بہت ہی بُری لگتی ہیں سائنس کی ٹیچر !!"

زارا چونک گئی۔ "کیا کہہ رہی ہو شازیہ !! وہ استاد ہیں ہماری۔ آخر تمہارے دل میں اُن کے لیے اتنی نفرت کیوں ہے ؟؟ تم ہمیشہ ہی ان کے بارے میں بُرا سوچتی ہو۔!!"

"ایک دفعہ انہوں نے اسمبلی میں سب کے سامنے مجھے باتیں کرنے پر ڈانٹ دیا تھا۔ مجھے بہت بُرا لگا تھا۔"

زارا کو فوراً حضرت زہراؑ کی وہ حدیث یاد آ گئی کہ "اللہ نے امر بالمعروف کو لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ قرار دیا ہے۔" یعنی اب یہاں شازیہ کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی ٹیچر کے لیے اچھی سوچ رکھے اور بُری سوچ کو اپنے اندر سے نکال دے۔ پھر شازیہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"نہیں شازیہ ! جانتی ہو استاد کا درجہ اللہ کے نزدیک بہت بلند ہوتا ہے، ہمیں ہمیشہ ان کی عزت کرنی چاہیے۔"

یہ سن کر شازیہ شرمندہ ہو گئی۔

کلاس میں ایک کے بعد ایک پیریڈ شروع ہو گئے۔ تقریباً ہر پیریڈ میں ہی کافی کام کروایا گیا تھا۔

لنچ بریک تک زارا کافی تھک چکی تھی۔

بریک کے دوران اس نے لنچ باکس نکالا اور مما کے بنائے ہوئے سینڈوچز مزے لے لے کر کھانے لگی۔ ابھی اس نے ایک سینڈوچ کھایا ہی تھا کہ ایک بچی بھاگتی ہوئی آئی اور اچانک سے زارا سے ٹکرا گئی۔ لنچ باکس زارا کے ہاتھ سے نیچے گرا اور باقی لنچ زمین پر گر گیا۔ زرا کو بہت غصہ آیا۔ دل چاہا کہ زور سے تھپڑ بچی کے منہ پر لگا دے، مگر بی بی

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کی حدیث نے اسے غصہ کرنے سے روک دیا۔ بی بی زہراؑ فرماتی ہیں کہ "ہمارا شیعہ وہ ہے جو ہم جس چیز کا حکم دیتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں اور ہم جن چیزوں سے روکتے ہیں اُن سے دور رہتے ہیں" اور پھر زارا نے اپنے آپ سے کہا کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیھا کو تو غصہ کرنا بلکل نہیں پسند ہے۔ بچی بھی گھبر ا گئی اور زارا سے معذرت کرنے لگی۔

زارا نے اس پر غصہ نہ کیا تو وہ حیران ہوئی اور حیرت سے پوچھنے لگی۔

"آپ کا لنچ میری وجہ سے گر گیا۔ کیا آپ کو غصہ نہیں آیا؟"

زارا کہنے لگی۔ "آیا تھا۔۔!! مگر مجھے یاد آگیا کہ بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کو غصہ کرنا بالکل پسند نہیں اور انھیں لوگوں کو معاف کرنا اچھا لگتا ہے۔ بس اسی لیے میں نے آپ کو معاف کر دیا۔"

بچی مسکرانے لگی!!

"آپ کتنی اچھی ہیں!" یہ کہہ کر وہ بھاگ گئی۔ زارا بھی مسکرانے لگی۔

جب زارا گھر پہنچی تو وہ آج بہت پُر سکون تھی اور اُسے آج کا دن بہت اچھا لگ رہا تھا کہ وہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کو خوش کر رہی ہے اور انھیں قیمتی تحفے دے رہی ہے۔

شام کو جب زارا سو کر اُٹھی تو دیکھا کہ امی کی طبیعت تھوڑی خراب لگ رہی ہے۔ زارا نے امی کو پانی کا گلاس لا کر دیا اور کہنے لگی "آئیں امی میں آپ کا سر دبا دیتی ہوں"۔

سر دباتے ہوئی زارا حضرت زہراؑ کی اُس حدیث کو اپنے ذہن میں دہرانے لگی کہ "ماں کی خدمت کرو کیونکہ جنت ماں کے پیروں کے نیچے ہیں"۔

باقی دن بھی زارا نے بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کے اقوال کی روشنی میں گزارا۔

رات کو جب زارا بستر پر لیٹی تو دل ہی دل میں اس نے بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کو مخاطب کیا۔ "بی بی زہراؑ!! میں نے آج کا مکمل دن آپؑ کی باتوں پر عمل کرنے کی کوشش کی۔ آپ ولادت کے دن اس تحفے کو مجھ سے قبول فرمائیں!! بی بی زہراؑ میں اپنی مکمل زندگی اسی طرح گزارنا چاہتی ہوں، آپ میری مدد کریں، میں نے فیصلہ کیا ہے کہ زندگی میں ہر کام کرنے سے پہلے آپؑ کی احادیث کو ذہن میں رکھوں گی اور ایسے کام کروں جس سے آپؑ کی عزت ہو نہ کہ آپؑ کی ذلت"۔

# اپنے آپ کو کیسے سنواریں

روایت میں ہے کہ ایک دن رسول خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ نے پندرہ سال کی عمر کے ایک نوجوان کے چہرے کو دیکھا جو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ کو دیکھ کر بہت خوش تھا اور اپنی خوشی چھپا نہیں پا رہا تھا۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پوچھا کہ "کیا تم خوش ہو؟"

تو اس نے جواب دیا کہ "جی یا رسول اللہؐ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوں"۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ "کیا تمہیں مجھ سے محبت ہے؟"

اس نے کہا "جی بہت محبت ہے"۔

حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پھر سوال کیا کہ "تمہیں مجھ سے اتنی محبت ہے جتنی اپنے آپ سے ہے؟"

اس نے کہا "جتنی مجھے اپنے آپ سے محبت ہے اس سے بھی زیادہ آپؐ سے محبت ہے"۔

پھر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا "کیا جتنی اپنے بابا سے محبت ہے اتنی مجھ سے محبت ہے؟"

تو اس نے کہا "اپنے بابا سے بھی زیادہ آپؐ سے محبت ہے"۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پوچھا "کیا جتنی اپنی ماما سے محبت ہے اتنی مجھ سے بھی محبت ہے؟"

اس نے کہا "اس سے بھی زیادہ آپؐ سے محبت ہے"۔

آخر میں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے یہ سوال پوچھا "بتاؤں جتنی تمہیں خدا سے محبت ہے آیا اس سے زیادہ مجھ سے محبت ہے؟"

نوجوان نے تین دفعہ بلند آواز سے کہا "اللہ، اللہ، اللہ" اور پھر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ کو مخاطب ہو کر کہا "مجھے سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہے اور آپ کو اس لئے پسند کرتا ہوں چونکہ آپ اللہ کی

طرف سے بھیجے گئے ہیں"۔

نوجوان کے اس جواب کے بعد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ نے فوراً صحابہ کو جمع کیا جو نوجوان نہیں تھے بلکہ بوڑھے اور بزرگ تھے اور مکہ سے حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تھے اور صبح و شام حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ کے ساتھ ہوتے تھے۔ حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ نے سب کو متوجہ کیا اور کہا:

**کُونُوا هٰكَذَا**

"تم سب اس نوجوان کی طرح بنو!"

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ نے یہ نہیں فرمایا کہ "سنو! یہ کیا کہتا ہے، جو کچھ کہتا ہے اُس پر تم عمل کرو" بلکہ فرمایا:

**کُونُوا هٰكَذَا**

"یہ نوجوان تمہارے لئے اسوہ ہے۔ جیسا یہ ہے ایسے تم بن جاؤ! "

ان صحابہ میں کاتبینِ وحی (وحی لکھنے والے) بھی تھے، حافظینِ وحی (وحی کو یاد رکھنے والے) اور دوسرے بڑے بڑے صحابہ بھی موجود تھے۔ اِن بڑے بڑے فقہاء صحابہ، علماء اور کاتبینِ وحی کو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ فرماتے ہیں کہ:

**کُونُوا هٰكَذَا**

"اس نوجوان جیسے بن جاؤ!"

پیارے بچو! رسولِ خداؐ نے اپنے تمام اصحاب سے اس لیے فرمایا کہ "اس نوجوان جیسے بن جاؤ" کیونکہ وہ نوجوان اللہ سے محبت کرتا تھا اور اللہ سے محبت کرنے کی وجہ سے اُسے رسولِ خداؐ سے بہت زیادہ محبت تھی اور اُس نے رسولِ خداؐ کو اپنا اسوہ (رول ماڈل) بنایا ہوا تھا اور رسول اللہؐ کے فرمان اور کردار کے مطابق اپنی زندگی گزارتا تھا۔

پیارے بچو! ہمارے رسولؐ اور امامؑ ہمارے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں اور اُسوہ کے بارے میں اللہ کا فرمانا ہے کہ "میں نے اُسوہ اس لئے رکھیں ہیں تا کہ تم ان کے جیسے ہو جاؤ۔"

**کُونُوا هٰكَذَا**

"جس طرح میں نے ان کو سنوارا اور بنایا ہے تم ان کو دیکھ کر اپنے آپ کو سنوارو اور ویسے ہی بن جاؤ!"

# احادیث بی بی فاطمہ زہرؑا

ماں کا احترام کرو اس لیے کہ جنت انہیں کے پیروں کے نیچے ہیں۔

خدا نے غرور اور تکبر سے پاک رکھنے کے لیے نماز واجب کی ہے۔

# القاباتِ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا

## اُمِّ اَبیہا

جو القابات اماموں نے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے لئے بتائے ہیں، ان میں سے پہلا لقب جو نبی اکرمؐ نے دیا وہ "اُم ابیھا" ہے۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو یہ لقب بہت چھوٹی عمر میں ملا۔ تاریخ کے مطابق حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا پانچ سال کی تھیں کہ جب رسول خداؐ نے آپ کو "اُم ابیھا" کا لقب دیا۔ یعنی رسولؐ نے فرمایا "اے فاطمہ! آپ تو اپنے بابا کی بھی ماں ہیں، آپ میری بیٹی ہیں لیکن ماں کی طرح اپنے بابا کا خیال رکھ رہی ہیں۔"

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا چھوٹی تھیں تو رسول اللہؐ مکہ والوں کو دینِ اسلام کی باتیں بتاتے تھے۔ جب رسولؐ دین کی باتیں کرتے تو بُرے لوگ رسول اللہؐ پر گندگی پھینکتے، ظلم کرتے اور پتھر برساتے تھے، جس سے رسول اللہؐ زخمی ہو جاتے تھے، اور جب رسولؐ گھر آتے تو بی بی سیدہ سلام اللہ علیہا بابا کے زخموں کو دیکھتیں تو انھیں تسلی دیتیں، اُن کا خیال رکھتیں اور اُن کے زخموں پر مرہم لگاتیں تھیں۔

ایک روز رسولِ اللہؐ زخمی بدن کے ساتھ گھر واپس آئیں۔ بی بیؑ نے جب اس حالت میں رسول اللہؐ کو دیکھا تو زمین پر بیٹھ گئیں، رسول خداؐ کے سر کو اپنی گود میں رکھ کر خون صاف کرنے لگیں اور ساتھ ساتھ آنسو بھی بہا رہی تھیں لیکن اس طرح سے کہ رسول اللہؐ ان آنسوؤں کو محسوس نہ کر سکے کہ بیٹی رو رہی ہے یعنی ضبط کر کے رونا یعنی بغیر آواز کے رونا۔

مگر حضرت فاطمہؑ کے ایک آنسو کا قطرہ ٹپک کر رسولؐ کے گال پر گرا۔ آپؐ نے آنسو کی گرمی محسوس کی تو بیٹی کے چہرے کی طرف دیکھا کہ آنسو بیٹی کی آنکھوں سے بہہ رہے ہیں۔ اس وقت فرمایا کہ فاطمہ آپ "اُمِّ ابیھا" ہیں۔

یعنی جس طرح ماں اپنی اولاد کی تکلیف پر روتی ہے مگر اس طرح کہ اولاد کو ماں کے رونے کا احساس نہ ہو، اسی طرح حضرت فاطمہ زہراؑ بھی ضبط کر کے رو رہی تھیں۔

## اُمُ الائمۃ

اُمّ الائمہ سلام اللہ علیہا یعنی اماموں کی ماں، امامت کی ماں، جناب سیدہؑ تمام اماموں کیلئے حقیقی ماں کا مقام رکھتی ہیں، سوائے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے (جو اِن کے شوہر ہیں) لیکن باقی تمام اماموں کیلئے ماں اور اُم الائمہ ہیں۔

## اُمِّ الاُمّت

"اُم الامت" یعنی اُمتِ اسلام کی ماں، یعنی اسلام کی اصلی ماں۔

## اُمِّ الکتاب

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے القابات میں سے ایک لقب "اُمّ الکتاب" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ایک بلند مرتبے کو "اُمّ الکتاب" کہا ہے اور جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا بھی "اُمّ الکتاب" ہیں یعنی کتاب کی ماں، الکتاب یعنی اللہ کی کتاب، انسان کی ہدایت کا قانون۔ فاطمہ زہراؑ بھی "اُمّ الکتاب" ہیں۔ یعنی اسلام و شریعت کی ماں ہیں۔

## اَم الفضائل

تمام خوبیاں اور اچھی باتیں جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی ذات میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو لقب سیدہ سلام اللہ علیہا کو دیا ہے، وہ "کوثر" ہے اور آپ سلام اللہ علیہا ہر لحاظ سے "کوثر" ہیں یعنی جس کی ذات میں بہت زیادہ خوبیاں اور فضیلتیں پائی جاتی ہو۔

## اُمِّ ولایت

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا مقامِ ولایت پر پہنچی ہوئی ہیں اور "ولایت کی ماں" و "اُمّ الولایت" ہیں۔

یعنی ولایت کے اُس مرتبہ پر ہیں جو ولایت کی ماں کیلئے مقرّر ہے ۔

## اُمِّ الاقدار

تمام قدریں (ویلیوز) جو اللہ نے مقرر کی ہیں اور جن تک انسانوں کو پہنچنا ہے اور سفر کر کے ان ویلیوز کو حاصل کرنا ہے ان کی ماں اور ان کی بنیاد اور ان کی اصل جناب سیدہ سلام اللہ علیہا ہیں ۔

# فلسطینی بچیوں کی کہانی

مریم لیلیٰ اور نور تینوں جڑواں بہنیں تھیں، جو اپنے بابا کے ساتھ فلسطین کے شہر غزہ کے ایک چھوٹے سے گھر میں رہتی تھیں۔ چونکہ دو سال پہلے انکی ماما کا انتقال ہو چکا تھا اس لیے یہ تینوں جڑواں بہنیں اپنے بابا کے ساتھ بہت ہنسی خوشی زندگی گزار رہی تھیں۔ مریم اپنے بابا سے بہت زیادہ پیار کرتی تھی اور اپنی ساری باتیں اپنے بابا سے شیئر کرتی تھی۔ مریم کے بابا کی آمدنی بہت کم تھی اس لیے گھر کا گزارا بھی مشکل سے ہوتا تھا۔

(بابا رحمٰن گھر میں داخل ہوتے ہوئے) "مریم، لیلیٰ، نور! بچیوں دیکھو۔۔! میں آپ لوگوں کے لیے کیا لایا ہوں؟"

مریم نے مسکراتے چہرے کے ساتھ کہا: "پیاری سی جیکٹ!"

نور آگے بڑھتے ہوئے کہنے لگی: "بابا یہ تو بہت پیاری ہے!!"

لیلیٰ سے بھی رہا نہ گیا اور اس نے فوراً کہا: "بابا اسی جیکٹ کے لانے کا تو میں آپ کو اتنے دنوں سے کہہ رہی تھی، بابا لائیے مجھے بھی دکھائیے"۔

مریم نے پانی کا گلاس بابا کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے کہا: "بابا یہ تو بہت پیاری ہے، آپ صرف ایک ہی لائے ہیں؟"

بابا نے پانی کا گلاس میز پر رکھتے ہوئے کہا: "جی بیٹا! آپ لوگ کافی دنوں سے اس جیکٹ کی خواہش کر رہے تھے اس لیے میں اسے لے آیا، کیونکہ پیسے کم تھے، اس لیے صرف ایک ہی لا سکا۔ آپ تینوں اسے باری باری پہنیے گا"۔

مریم نے جیکٹ کو الماری میں رکھتے ہوئے کہا: "جی بابا! ہم شیئر کر لیں گے"۔

پھر مریم نے بابا کی طرف معصومیت کے ساتھ دیکھتے ہوئے کہا "بابا جی! شیئرنگ کرنا اللہ کو بہت زیادہ پسند ہے اور اللہ شیئر کرنے والوں کو دوست بھی رکھتا ہے، ٹھیک کہا نا بابا! آپ ہی نے تو ہمیں بتایا تھا"۔

(تینوں بہنیں دسترخوان تیار کرنے کے لیے چلی جاتی ہیں۔)

سب بچیاں بابا کے ساتھ بیٹھ کر دسترخوان پر کھانا کھا رہی ہیں۔

نور نے بسم اللہ پڑھتے ہوئے کہا"بابا اسکول میں ٹیچر نے نئے سپورٹ شوز لانے کے لیے کہا ہے۔ پُرانے شوز ہمارے پھٹ گئے ہیں۔"

لیلیٰ نے بھی نمک چکھتے ہوئے بابا کی طرف دیکھا اور کہا:"بابا کیونکہ ایک ہی جوتوں کا جوڑا تھا اور ہم باری باری پہنتے تھے۔اس لیے اب اس کی حالت بہت بُری ہو گئی ہے"۔

نور نے بھی منہ میں نوالہ لیتے ہوئے کہا:"وہ تو اچھا ہے ہم سب کا سپورٹس کا دن الگ الگ ہے، اس لیے ہمیں کوئی مسئلہ نہیں ہوتا تھا اور ہم باری باری پہن لیتے تھے، مگر اب تو جوتے بلکل ہی پھٹ ہی گئے ہیں"۔

مریم نے ہنستے ہوئے کہا:"بابا جی میں تو روئی ڈال کر پہنتی تھی مجھے تھوڑے بڑے ہوتے تھے۔لیکن اب تو اس کی حالت بالکل ہی خراب ہو گئی ہے"۔

لیلیٰ نے بابا کی طرف دیکھا اور کہا:"بابا! آپ نئے جوتے کب لائیں گے؟"

بابا رحمٰن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا"بیٹا! جلد ہی میں پیسے جمع کر کے آپ لوگوں کے لیے نئے جوتے بھی لے آوں گا"۔

تینوں بہنوں نے ایک ساتھ خوش ہو کر کہا:"شکریہ بابا جان"۔

(ایک مہینے بعد)

"لیلیٰ، نور، مریم بیٹا کہاں ہو؟ تم لوگ سب! یہ دیکھو میں کیا لایا ہوں؟ تمہارے لیے جوتے لایا ہوں اسکول میں منگوائے تھے نا"۔

"شکریہ بابا جان کہ آپ جوتے لائے ہیں، آپ ہمارا کتنا خیال رکھتے ہیں"۔مریم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تو میں کل اسکول میں پہن کر جاؤں گی، کل میرا اسکول میں سپورٹس ڈے ہے۔"نور نے جوتوں کو ہاتھ میں لے کر کہا۔

لیلیٰ نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا، جیسے وہ کوئی اور چیز ڈھونڈ رہی ہو۔

"بابا صرف ایک ہی جوتے کا جوڑا لائے ہیں؟"

"بابا صرف ایک ہی؟"مریم نے بھی یہی جملہ دُہرایا۔

بابا رحمٰن نے حسرت سے آہ بڑھتے ہوئے کہا:"جی بیٹا جوتے بہت مہنگے تھے اس لیے صرف ایک ہی جوڑا لا سکا، تم لوگ سب اسے بھی باری باری استعمال کرنا"۔

تینوں بچیوں نے مسکراتے ہوئے کہا"ٹھیک ہے بابا جان! ہم اسے بھی باری باری استعمال کر لیں گے"۔

بابا رحمٰن نے جانماز بچھاتے ہوئے کہا:"بیٹا دعا کرو فلسطین کے حالات جلد ٹھیک ہو جائیں۔یہ روز روز کی بمباریاں، روز لوگوں کا ہلاک ہونا، اب تو مجھ سے لوگوں کی حالت دیکھی نہیں جاتی ہے۔اللہ تمام مسلمانوں کی حفاظت کرے۔پیاری بیٹیوں! اگر آپ سب اپنے ننھے ننھے ہاتھوں کو پھیلا کر اللہ سے دعا کرو گی تو غزہ میں موجود مسلمان حفاظت سے رہیں گے اور جلد ہی اسرائیلی یہاں سے بھاگ جائیں گے"۔

مریم نے بھی جانماز بچھاتے ہوئے کہا:"جی بابا جان! میں تو ہر روز نماز کے بعد دعا کرتی ہوں کہ اللہ ان اسرائیلیوں کو ختم فرمائے اور ہم غزہ کے مسلمانوں کی حفاظت فرمائیں"۔

"بابا جان! کب تک ہم پر اس طرح ظلم ہوتا رہے گا؟"لیلیٰ خاموش نہیں رہ سکی اور سوال کرنے لگی مگر بابا رحمٰن کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔

(کچھ دنوں بعد)

تینوں بچیاں آپس میں بیٹھ کر باتیں کر رہی تھیں۔

مریم: "بابا جب بھی ہمارے لیے کوئی چیز لاتے ہیں، ایک ہی لاتے ہیں اور ہم شیئر کر کے اسے استعمال کرتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ شیئر کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور ایسے بچوں کو اللہ دوست بھی رکھتا ہے۔ مگر کب بابا ہمارے لیے الگ الگ چیزیں لائیں گے اور ہم تینوں بہنیں الگ الگ جوتے پہنیں گے، الگ الگ ہمارے جیکٹس ہوں گے"۔

لیلیٰ: "چلو ہم سب مل کر اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمارے بابا کو بہت سارے پیسے عطا فرمائے"۔

(سب مل کر آمین کہتے ہیں۔)

(بم بلاسٹ ہوتا ہے اور بابا رحمٰن اس خبر کو سننے کے کچھ دیر بعد گھر میں داخل ہوتے ہیں۔)

"خدایا یہ کیا ہو گیا! میری بچیاں مریم، لیلیٰ، نور کہاں ہو تم لوگ سب؟ میری جان کے ٹکڑے! تم مجھے کیوں نظر نہیں آتیں"۔

(بچیوں کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے ہیں اور بابا انھیں روتے ہوئے جمع کر رہے ہیں۔)

(بابا رحمٰن ہسپتال میں ہیں اور ہاتھ میں شاپرز ہیں اور وہ انھیں گھسیٹتے ہوئے ہسپتال میں داخل ہوتے ہیں۔)

بابا رحمٰن: "ڈاکٹر! ڈاکٹر! میری مدد کیجیے۔ میری بچیاں! میری بچیاں! میری تینوں بیٹیاں! بم بلاسٹ ہوا ہے۔۔۔ بہت بڑا بم بلاسٹ!! مدد کیجئے!! مدد کیجیے!!"

(ڈاکٹر حیرانگی سے۔۔۔)

"بابا جی! مجھے بھی معلوم ہے ایک اور بم غزہ پر گرا ہے۔ لیکن بتائیں بابا جی! آپ کی بچیاں کہاں ہے؟ انہیں جلدی سے سٹریچر پر لٹا دیں"۔

بابا رحمٰن نے دونوں شاپرز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"ان شاپرز میں ہی تو میری بچیوں کے ٹکڑے موجود ہیں۔ کچھ کیجئے یہ زندہ ہو جائیں۔ یہی تو میری آنکھوں کا نور تھیں، ان ہی کے دم سے تو میں زندہ تھا۔ کچھ کیجئے ڈاکٹر صاحب!!"

(ڈاکٹر کی آنکھوں میں بھی آنسو آ جاتے ہیں۔)

(ایک کفن میں تینوں بچیوں کی لاش کے ٹکڑے لپٹے ہوئے ہیں اور بابا رحمٰن ان کے پاس بیٹھ کر رو رہے ہیں۔)

"خدایا! یہ میرا کیسا امتحان ہے ان کی ماں تو پہلے ہی تیرے پاس آ چکی ہے، اب میں انہی بچیوں کے لیے تو زندہ تھا۔ خدایا! تو نے ان بچیوں کو بھی مجھ سے لے لیا!! اب میرا امتحان بہت سخت ہو چکا ہے خدایا! ظلم کو ختم کر۔ خدایا مدد کر!! مدد کر!!"۔

"بابا روئیے مت! ہم بہت خوش ہیں۔ آپ کہتے تھے نا کہ شیئر کرنا اچھی بات ہے۔ اللہ شیئر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ دیکھیے آج ہم نے کفن بھی شیئر کر لیا۔ ایک ہی کفن میں ہم تینوں کی لاشیں موجود ہیں اور ایک ساتھ قبر میں بھی اتارے جائیں گے، یعنی قبر میں بھی شیئرنگ ہو گی۔ اب تو اللہ ہم سے بہت خوش ہو گا نا۔۔۔ اللہ ہمیں دوست رکھے گا نا۔۔۔ بابا آپ نے ہی تو بتایا تھا"۔

"یہ تو میری مریم کی آواز ہے۔۔۔ مریم! مریم! کہاں ہو میری بچی"۔

(یہ کہہ کر بابا رحمٰن پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔)

# دوچہرے والا شخص

## نفاق و منافقت از نظر قرآن

رضا بے صبری سے اتوار کے دن کا انتظار کر رہا تھا چونکہ اتوار کا روز آنے میں صرف ایک دن باقی تھا اس لیے اس کی بے صبری بڑھتی جا رہی تھی۔

رضا کے ابو نے وعدہ کیا تھا کہ اتوار کے دن وہ سب گھر والوں کو چڑیا گھر کی سیر کے لیے لے جائیں گے ۔

رضا نے تو ہفتے کے روز سے ہی تیاری شروع کر دی تھی۔ اور سوچنا شروع کر دیا تھا کہ ہم کیا کیا چیزیں پکنک پر لے جائیں گے۔ کیونکہ اس نے کافی دنوں سے چڑیا گھر کی سیر نہیں کی تھی اس لیے تمام جانوروں کو دیکھنے کے لیے بھی رضا کا دل بے چین تھا۔ بڑی مشکل سے رضا کا ہفتے کا دن گزرا اور جیسے ہی اگلی صبح آئی رضا نے باقی سب گھر والوں کو جگایا اور یاد دلایا کہ آج ہمیں چڑیا گھر جانا ہے ۔

"امی۔۔امی۔۔امی: اٹھ جائیں نا! آج ہمیں گھومنے جانا ہے "۔

"بیٹا! ابھی تو صبح کے نو بج رہے ہیں ہم تو دوپہر میں نکلیں گے "۔ امی نے آلارم بند کرتے ہوئے کہا۔

"جی امی! مجھے معلوم ہے لیکن تیاری بھی تو کرنی ہے۔ بہت ساری کھانے پینے کی چیزیں ہم لے کر جائیں گے، وہاں گھومیں گے، جانوروں کو دیکھیں گے، پرندے دیکھیں گے، جھولے جھولیں گے، بڑا مزہ آئے گا"۔ رضا نے ایکسائٹڈ ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔ہاں۔۔ بیٹا! مجھے معلوم ہے آپ سب چیزیں انجوائے کیجئے گا مگر پہلے ناشتے کی تیاری ہو جائے پھر دوپہر کی تیاری ہو گی"۔

"چلیں! اب آپ اپنے بھائی اور بہن کو جگائیں اور میں ناشتہ تیار کرتی ہوں۔۔"

(ناشتے کی میز پر)

"ابو! ہم کتنے بجے نکلیں گے میں تو بہت زیادہ ایکسائٹڈ ہوں۔ پوری رات انتظار کرتا رہا کہ صبح کب ہو گی۔ ابو بتائیں نا کتنے بجے نکلیں گے۔"رضا نے آملیٹ کھاتے ہوئے ایک ہی سانس میں کہا۔

ابو نوالہ ہاتھ میں لیتے ہوئے کہنے لگے، "جی بیٹا: "ظہر کی نماز پڑھ کر فوراً ہم نکلیں گے اور انشاءاللہ رات تک واپس آ جائیں گے۔ آپ لوگ

سب اپنی ضرورت کا سامان، کھیل کی چیزیں اور کھانے پینے کا سامان پیک کر لیں تا کہ ہم اچھے طریقے سے انجوائے کر سکیں ۔"

گاڑی میں بیٹھنے کے بعد۔۔۔

رضا: "ابو! گاڑی سے باہر کتنے اچھے اچھے درخت، پھول اور پودے نظر آرہے ہیں۔ مجھے تو انہیں دیکھنے میں بڑا مزہ آتا ہے "۔

ابو: "جی بیٹا! یہی قدرت کی خوبصورتیاں ہیں جو ہمیں اللہ سے قریب کرتی ہیں "۔

رضا بات کرتے کرتے ایک دم ہی خاموش ہو کر اُداس ہو گیا۔

"بیٹا کیا ہوا چہرے پر اچانک سے یہ اُداسی کیوں چھا گئی "۔ امی نے رضا کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

رضا: "امی! مجھے اسکول کی کل کی ایک بات یاد آ گئی ہے۔ میرا ایک دوست ہے۔۔۔ بہت اچھا دوست ہے مگر وہ میرے سامنے تو بہت اچھی اچھی باتیں کرتا ہے، مجھ سے اچھی طرح ملتا ہے۔ لیکن میرے پیٹھ پیچھے دوسرے دوستوں کے سامنے اب میری بُرائی کرنے لگا ہے، میرا مذاق اُڑاتا ہے اور میری غیبت بھی کرتا ہے۔ میں اپنے دوست کی اس عادت سے بہت پریشان ہوں "۔

ابو: "بیٹا! ہوتے ہیں کچھ لوگ ایسے جو آپ کے سامنے اچھے ہوتے ہیں اور پیچھے سے بُرے ہوتے ہیں۔ ہمیں ایسے لوگوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے، کبھی کبھی وہ ایسا نا سمجھی میں بھی کر جاتے ہیں "۔

"چڑیا گھر کا آگیا، چڑیا گھر کا آگیا" رضا کے چھوٹے بھائی علی نے چیختے ہوئے کہا۔

"ہاں! اب مزہ آئے گا "۔ لیلیٰ نے بھی خوش ہوتے ہوئے کہا۔

(چڑیا گھر میں گھومتے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ تینوں بچے بہت خوش تھے، جھولے بھی جھول چکے تھے۔)

ابو: "چلو بچو! اب میں آپ لوگوں کو چڑیا گھر میں ہی ایک بہت ہی اچھی جگہ پر لے جاتا ہوں جسے عجائب خانہ کہا جاتا ہے "۔

"عجائب خانہ۔۔۔؟" تینوں بچوں نے مل کر کہا۔

"جی ہاں۔۔ عجائب خانہ!" یہاں پر بہت سارے لوگوں نے انسانوں کے مختلف رُوپ میں بچوں کو خوش کرنے کی کوشش کی ہے۔ چلو چل کر دیکھتے ہیں"۔ ابو نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"امی! یہ کیسا انسان ہے؟ ایک انسان اور اس کے دو چہرے!! ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ ابو کیا یہ سچ ہے یا جھوٹ؟ "رضا نے حیرت سے سوال کیا۔

ابو نے رضا کے سر پر ہاتھ رکھا اور پیار سے کہا کہ "ڈرو نہیں بیٹا! یہ دو انسان ہیں جنھوں نے ملکر ایک ہی لباس پہنا ہوا ہے اور اپنے چہرے باہر

نکالے ہوئے ہیں تاکہ بچوں کو خوش کر سکیں۔ چلو اب بہت دیر ہو گئی ہے، مغرب کا وقت بھی ہو چکا ہے، گھر کی طرف چلتے ہیں"۔

"ابو! کیا ایسا سچ میں بھی ہوتا ہے کہ ایک انسان کے دو چہرے ہوں مجھے تو اس شخص کو دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی تھی"۔ رضا نے گاڑی میں بسکٹ کا

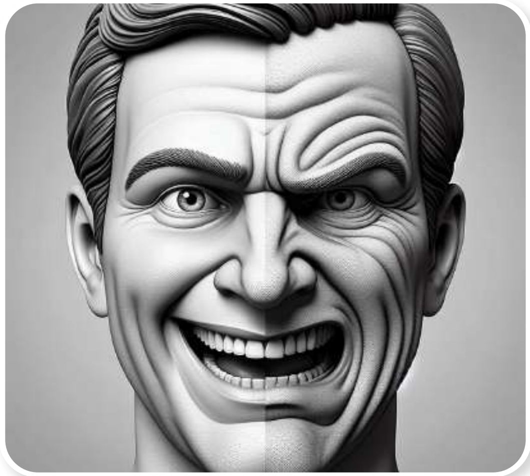

پیکٹ کھولتے ہوئے سوال کیا۔

"جی بیٹا! ایسا حقیقت میں بھی ہوتا ہے۔ میں آپ کو گھر پر جا کر آرام سے سمجھاؤں گی"۔ امی نے رضا کو مطمئن کرتے ہوئے کہا۔

مغربین کی نماز کے بعد رات کو کھانے کی میز پر جب سب کھانا کھا رہے تھے، اس وقت رضا نے کہنا شروع کیا کہ "امی! آپ نے کہا تھا کہ دو چہرے والے انسان ہوتے ہیں آپ مجھے ان کے متعلق بتائیں گی کہ وہ کون لوگ ہوتے ہیں؟"

امی: "بیٹا! در حقیقت دو چہرے والے انسان وہ ہوتے ہیں جن کا ظاہر کچھ اور ہو اور باطن کچھ اور ہو۔ دیکھنے میں ہمیں ان کے دو باقاعدہ چہرے نظر نہیں آتے مگر ان کا کردار دوغلا ہوتا ہے یعنی سب کے سامنے کچھ اور اور پیچھے سے کچھ اور۔۔۔۔۔"

"بیٹا! یاد ہے آپ نے گاڑی میں اپنے ایک دوست کے بارے میں بتایا تھا جس کی وجہ سے آپ پریشان بھی تھے"۔

"جی ہاں! وہ میرا دوست جو میرے سامنے بہت اچھا بنتا ہے لیکن پیچھے سے میری بُرائی کرتا ہے"۔

"جی بالکل! اسے کہتے ہیں دو چہرے والا انسان یعنی سامنے سے آپ کے لیے بہت اچھا ہو اور پیچھے سے اس کا الگ چہرہ ہو"۔

رضا: "اچھا اب مجھے سمجھ میں آیا دو چہرے والا انسان یعنی جس کا کردار دو طرح کا ہو، آپ کے سامنے کچھ اور پیچھے سے کچھ اور۔۔۔"

امی: "جی ہاں بیٹا! ایسے ہی لوگوں کو قرآن میں منافق کہا گیا ہے"۔

"منافق!" رضا نے حیرت سے امی کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"جی ہاں بیٹا! منافق یعنی وہ شخص جس نے دو چہرے بنا رکھے ہوں جس کا کردار دوغلا ہو۔ قرآن ایسے لوگوں کو منافق کہتا ہے اور قرآن میں ۳۰۰ سے زیادہ جگہ پر منافقین کا ذکر آیا ہے کہ یہ لوگوں کے لیے ایک بہت بڑا خطرہ ہے"۔ امی نے سمجھاتے ہوئے جواب دیا۔

رضا: "خطرہ وہ کیسے؟"

امی: "مجھے منافق کے بارے میں تفصیل سے بتائیں نا۔۔۔"

امی: "بیٹا! رات ہو چکی ہے اور آپ لوگ تھک بھی چکے ہیں۔ ابھی سو جائیں پھر کبھی میں آپ کو تفصیل سے منافق کے بارے میں بتاؤں گی"۔

(جاری ہے)

## ایک داستان، ایک سبق

# اونٹ کی کمر باندھنا

قافلہ بہت سارا سفر طے کر چکا تھا۔ ہر شخص کے چہرے پر تھکاوٹ موجود تھی۔ جانور بھی تھک چکے تھے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ ایک ایسی جگہ پر پہنچ گئے جہاں پانی موجود تھا۔ اس لیے اسی جگہ قافلے کو روک دیا گیا۔

رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمْ بھی اس قافلے کے ساتھ تھے۔ تمام قافلے والوں کی طرح وہ بھی اپنے اُونٹ سے نیچے اُتر آئے۔ ہر آدمی کی یہی کوشش تھی کہ وہ جلدی سے پانی کے چشمے تک پہنچ جائے اور وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر اپنے آپ کو نماز کے لئے تیار کرے۔

رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمْ بھی سواری سے نیچے اترنے کے بعد چشمے کی طرف چل پڑے، لیکن چند قدم چلنے کے بعد وہ بغیر کسی کو کچھ بتائے ہوئے واپس لوٹ پڑے اور اپنی سواری کی طرف بڑھنے لگے۔ اصحاب اور رسولؐ کے دوست انتہائی تعجب کے ساتھ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ "شاید یہ جگہ رسولِ خداؐ کو پسند نہیں آئی اور اب وہ پھر آگے بڑھنے کا حکم دینے والے ہیں۔" سب کی نظریں رسول اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمْ پر لگی ہوئی تھیں اور ہر شخص نیا حکم ملنے کے لئے رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمْ کی آواز پر اپنے کان لگائے ہوئے تھا۔

سب لوگ اس وقت اور زیادہ حیران ہو گئے جب انہوں نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمْ نے کمر بند اٹھایا اور اپنے اونٹ کی کمر کو باندھنا شروع کر دیا۔ جلدی سے اس کام سے فارغ ہو کر رسولؐ دوبارہ پانی کے چشمے کی طرف لوٹ پڑے۔

چاروں طرف سے لوگوں نے فریاد شروع کر دی "اے اللہ کے رسولؐ! آخر آپ نے ہم لوگوں کو یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ اس خدمت کا موقع ہمیں حاصل ہو جاتا۔ آپ نے بلاوجہ اتنی تکلیف اٹھائی اور اس کام کے لئے دوبارہ لوٹ کر گئے۔ ہم تو بہت خوشی کے ساتھ اس کام کے لئے تیار تھے۔

پیغمبر اسلامؐ نے ان لوگوں کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا "اپنے کاموں میں کبھی دوسروں کی مدد نہیں لینی چاہیے اور نہ ہی دوسروں پر بھروسہ کرنا چاہیے، چاہے ایک مسواک ہی کیوں نہ لانی ہو"۔

یعنی چاہے چھوٹا کام ہو یا بڑا، کسی دوسرے پر بھروسہ کرنے کے بجائے اسے خود ہی انجام دینا چاہیے۔

تو پیارے بچو! اس کہانی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں اپنا تمام کام خود کرنا چاہیے اور دوسروں کو زحمت نہیں دینی چاہیے۔

# بہترین مدد

**سخاوت کا مفہوم، حکمت علیؒ**

علی فجر کی نماز کے بعد اسکول کے لیے تیار ہوتے ہوئے مسلّسل ناشتے کی میز پر امی سے کہہ رہا تھا۔

"امّی جان! امی جان! مجھے کچھ رقم دیں، ہمارا اسکول غریب بچوں کی تعلیم کے لیے پیسے جمع کر رہا ہے، میں بھی اس میں اپنا حصہ ڈالنا چاہتا ہوں"۔

امّی جان نے مُسکراتے ہوئے کہا "بیٹا یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ ہم سب کو اس مدد میں حصہ لینا چاہیے تاکہ سارے بچے پڑھے لکھے ہو، یہ لو کچھ رقم اور اپنا حصہ ڈال دینا، خدا کو بہت پسند ہے کہ ضرور تمندوں کی مدد کی جائے"۔

علی امّی سے پیسے لے کر سکول بس میں روانہ ہو گیا۔ بس میں دوستوں کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے "حسن تم کتنی رقم لائے ہو؟"

حسن: "میں تو تم سب سے بھی زیادہ پیسے لایا ہوں؟"

"لیکن یہ کیا! احمد تو کچھ بھی نہیں لایا"۔ حسن نے ہنستے ہوئے کہا۔

اور پھر سب بچے احمد کا مذاق اُڑانے لگے اور اُسے بُرا بھلا کہنے لگے۔

"یہ تو چاہتا ہی نہیں کہ غریبوں کی مدد ہو"۔ ذیشان نے بلند آواز سے کہا اور پھر سب نے مل کر ہنسنا شروع کر دیا: ہاہاہاہاہاہاہا۔۔۔۔۔۔ جیسے ہی بس اسکول پہنچی، اسمبلی کے بعد سب بچے اپنی اپنی کلاس میں چلے گئے۔ ٹیچر نے کلاس میں داخل ہوتے ہی سب کو سلام کیا اور کہا "آج تو سب بڑے خوش ہیں، سب کو آج مدد جو کرنی ہیں اور میرا آج کا موضوع بھی سخاوت ہی ہے یعنی دوسروں کی مدد کرنا"۔

ٹیچر نے سب سے پہلے بچوں سے سوال کیا "بچوں یہ تو آپ سب کو معلوم ہے کہ سخاوت کرنے والے کو اللہ بہت پسند کرتا ہے مگر کیا آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو بہت سخی ہو؟"

کسی بچے نے ایک گروپ کا نام لیا اور کسی نے کسی دوسری گروپ کا۔

ٹیچر نے بچوں سے کہا: "آپ کو کیسے پتہ چلا کہ یہ اتنے سخی ہیں؟"

بچوں نے جواب دیا: "جب بھی یہ لوگ مدد کرتے ہیں تو ویڈیوز بناتے

ہیں اور ان ویڈیوز کو سوشل میڈیا پر اپ لوڈ کرتے ہیں، جس سے ہمیں ان کی سخاوت کا پتہ چلتا ہے"۔

ٹیچر نے کہا: "اچھا! اگر ایسا ہی ہے تو پھر ہر دوسرے دن ان مدد کرنے والوں کی تصویریں ہم سوشل میڈیا پر دیکھتے ہیں لیکن پھر بھی ہمیں سڑکوں پر بہت سے فقیر اور غریب لوگ کیوں نظر آتے ہیں؟"

بچے معصومیت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر سوچنے لگے۔

"ہاں! جب مدد کرنے والے اتنے لوگ ہیں تو پھر کیوں ہمارے ملک میں اتنی غربت ہے، پڑھے لکھے لوگ کم اور فقیروں کی تعداد اتنی زیادہ کیوں ہیں؟" امجد نے حیرانگی سے سوال کیا۔

ٹیچر نے ایک بات کی طرف سب کی توجہ دلانا چاہی اور کہا "کیا آپ

جانتے ہیں حضرت علی علیہ السلام کی حکومت میں کوئی بھی بھوکا نہیں سوتا تھا، آپؑ رات کے اندھیرے میں غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کی مدد کرتے تھے۔ صرف مولا علیؑ نہیں بلکہ ان کے تمام گھرانے کا بھی یہ عالم تھا۔ یہ عمل ہم سب کے لیے ایک بہترین مثال قائم کرتا ہے اور ہمیں بہت سے بڑا اخلاقی درس دیتا ہے۔"

**وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا**

"اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ۔"

یہ سورہ دھر کی آٹھویں آیت ہے اور یہ اہل بیتؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

"کیا آپ یہ سچی قرآنی داستان سننا پسند کریں گے؟

علی اور اس کے ہم جماعت خوشی سے "جی ٹیچر!"

"تو سُنیں بچو! ٹیچر نے بچوں کی دلچسپی پر مسکراتے ہوئے واقعہ سنانا شروع کیا۔

"ایک مرتبہ امام حسنؑ و امام حسینؑ بیمار ہو گئے، تب امام علی علیہ سلام اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا نے تین دن روزہ رکھنے کی منت مانی مگر تینوں دن روزے کی حالت میں بھوکے ہونے کے باوجود بھی افطاری کے وقت اپنا کھانا مسکین، یتیم اور اسیر کو دے دیا۔

حتیٰ امام حسن علیہ سلام، امام حسین علیہ سلام اور بی بی فضہ سلام اللہ علیھا نے بھی اپنے حصے کا کھانا اللہ کی راہ میں دے دیا۔

اس واقعے سے ہمیں اہل بیت علیہم السلام کی سخاوت کے متعلق دو اہم باتیں پتہ چلتی ہیں۔"

امجد نے فوراً سوال کیا "کون سے دو اہم باتیں؟"

"پہلا یہ ہے اللہ کی راہ میں چیزیں دینے کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیے اور دوسرا یہ کہ اس طرح دینا چاہیے کے سامنے والے کو شرمندگی کا احساس بھی نہ ہو اور دوسروں کو بھی پتہ نہ چلے کہ آپ نے کسی کی مدد کی ہے"۔ ٹیچر نے جواب دیا۔

علی ٹیچر کی باتیں غور سے سُن رہا تھا۔

اِتنے میں کلاس میں پرنسپل کی طرف سے اعلان ہوا کہ جن کی فیس اب تک جمع نہیں ہوئی وہ آفس میں آجائیں۔

"ارے! یہ کیا؟ "علی حیران رہ گیا کیونکہ احمد پرنسپل کے آفس کی طرف جانے لگا۔

"احمد کیوں پرنسپل کی آفس کی طرف جا رہا ہے؟" احمد نے سوچتے ہوئے کہا "ہاں! یاد آیا کہ آج احمد امداد کے لیے بھی کچھ نہیں لایا تھا ۔ضرور احمد کے ساتھ کچھ پریشانی ہے۔۔۔"

تھوڑی دیر بعد جب احمد کلاس میں واپس آیا تو علی نے احمد سے سوال کیا "کیا ہوا احمد! اتنے اُداس کیوں ہو؟"

"پچھلے مہینے کی فیس اب تک جمع نہیں کر پایا ہوں اور اگر کل تک فیس جمع نہ کی تو پڑھ نہیں سکوں گا کیونکہ پھر مجھے اسکول سے نکال دیا جائے گا"۔ احمد نے جواب دیا۔

ابھی احمد اور علی کی آپس میں باتیں چل ہی رہی تھیں کہ کلاس میں امداد جمع کرنے والی ٹیم آگئی اور کہنے لگی "آپ کی طرح بہت سارے ایسے بچے ہیں جو پڑھنا چاہتے ہیں لیکن مالی کمی کی وجہ پڑھ نہیں پا رہے ہیں۔ آپکی امداد ان غریب بچوں کو پڑھنے میں مدد دے گی"۔

یہ سُن کر سب نے گھر سے لائی ہوئی رقم جمع کروائی مگر جب علی کی باری آئی تو علی نے پیسے نہیں دیئے۔ علی کی اس حرکت پر احمد بھی علی کو حیرت سے دیکھنے لگا۔

جن بچوں نے امداد کی تھی انکی تصویریں بھی بنی اور وہ خوش بھی بہت تھے۔ جب چھٹی کا وقت ہوا تو علی نے پرنسپل کے آفس میں جا کر اپنی لائی ہوئی رقم سے احمد کی فیس جمع کروادی۔ علی کے چہرے پر اس وقت اطمینان اور خوشی کی ملی جُلی حالت تھی جسے وہ بیان نہیں کر پارہا تھا۔

اسکول کے گیٹ پر علی نے احمد کے ہاتھ میں ایک پرچہ پکڑا دیا اور آگے بڑھ گیا۔ احمد نے جب پرچہ کھولا تو دراصل وہ فیس کی رسید تھی جس پر احمد کا نام لکھا تھا۔ احمد کی خوشی کی انتہا نہ رہی کیونکہ احمد کی فیس ادا ہو چکی تھی۔

علی جیسے ہی گھر پہنچا، اس نے ساری باتیں اپنی امّی کو بتائی۔

امّی بہت خوش ہوئی اور کہا "علی بیٹا! تم نے اپنی ٹیچر کی بات کو خوب سمجھا اور اس پر عمل بھی کیا۔ دنیا میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو مجبور ہیں مگر کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے، ہمیں اپنے اردگرد نظر رکھنی چاہیئے اور جتنا ممکن ہو اسی طریقے سے مدد کرنی چاہیے۔ علی بیٹا! مجھے آج تم پر فخر ہے۔"

امی نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا "ہمیں اہلبیتؑ سے بھی یہی سبق ملتا ہے اور نہج البلاغہ میں امام علی علیہ سلام بھی یہی فرماتے ہیں:

**اَلسَّخَاءُ مَاكَانَ ابْتِدَاءً فَأَمَّا مَاكَانَ عَنْ مَسْئَلَةٍفَحَيَاءٌ وَتَذَمُّمٌ** (حکمت ۵۳)

"سخاوت اس عمل کو کہتے ہیں جو بغیر سوال اور بغیر مانگے کسی کو دیا جائے۔ اگر کوئی کسی سے کچھ طلب کرے اور اس کے مانگنے کے بعد دوسرا اس کو عطا کرے تو یہ سخاوت کرنا نہیں کہلاتا"۔ (مفہوم)

"بیٹا! اگر کوئی ضرورت مند دیکھو تو اگرچہ وہ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلا رہا ہو لیکن آپ کو پتہ چل جائے کہ وہ ضرورتمند ہے تو فوراً اس کی مدد کرو۔ اگر مانگے بغیر مدد کروگے تو اتنا فائدہ اس کا نہیں ہوگا جتنا فائدہ آپ کا ہوگا کیونکہ آپ اس طرح سخاوت کے بڑے مرتبے پر پہنچ جائیں گے اور خدا کی نظر میں سخی شمار ہوں گے۔"

# الٰہی رہبر و رہنما

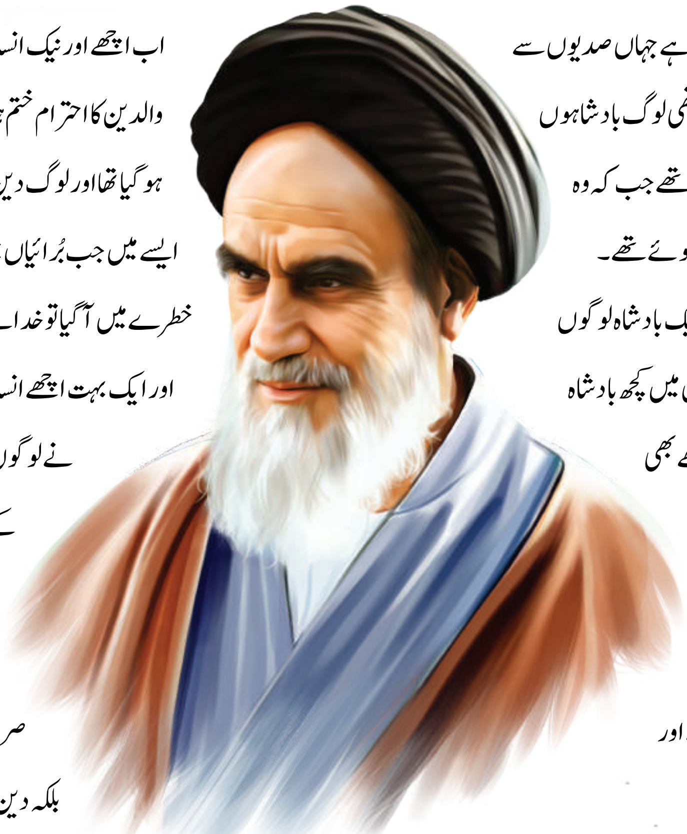

یہ ایک ملک کی سچی داستان ہے جہاں صدیوں سے بادشاہوں کی مرضی چلتی تھی لوگ بادشاہوں کو زمین پر اللہ کا سایہ سمجھتے تھے جب کہ وہ بادشاہ گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ سالوں سے ایک کے بعد ایک بادشاہ لوگوں پر حکومت کرتے تھے۔ ان میں کچھ بادشاہ ظالم تھے مگر کچھ بادشاہ اچھے بھی تھے جو لوگوں کے لیے بہت کام کرتے تھے مگر یہ بادشاہ دیندار نہیں تھے۔ اللہ کی بات نہیں مانتے تھے اور اللہ کو ناراض کرتے تھے۔

لوگ ان بادشاہوں کو بہت چاہتے تھے اور ان کو اپنا سب کچھ سمجھتے تھے۔ ان بادشاہوں نے ہر کسی کو اپنے قابو میں رکھا ہوا تھا اور کوئی ان سے دشمنی نہیں کرتا تھا بلکہ سب ان کی تعریفیں کرتے تھے۔ یہ سلسلہ کئی سالوں تک چلتا رہا یہاں تک کہ ایک ایسا بادشاہ آگیا جس نے لوگوں کو دین سے دُور کر دیا۔ لوگوں سے کہا کہ دین پر عمل کرنا چھوڑ دیں، انگریزوں کی طرح زندگی گزاریں۔ ان کا قومی لباس تبدیل کر دیا اور ان کو بُرائیوں میں ڈال دیا۔ پورے ملک میں بُرائیاں پھیلنے لگیں اور لوگ بہت زیادہ گناہ کرنے لگے۔

اب اچھے اور نیک انسانوں کی بات کوئی نہیں مانتا تھا، والدین کا احترام ختم ہو گیا تھا، عالم دین کا احترام ختم ہو گیا تھا اور لوگ دین سے دور ہونے لگے تھے۔ ایسے میں جب بُرائیاں بہت زیادہ بڑھنے لگی اور دین خطرے میں آگیا تو خدا نے زمین پر اپنا لطف و کرم فرمایا اور ایک بہت اچھے انسان کو بھیجا۔ اس اچھے انسان نے لوگوں کو صحیح دین بتایا اور پوری دنیا کے لوگوں کو دنیا اور آخرت میں کامیابی کا طریقہ بتایا۔ اس اچھے انسان نے بتایا کہ دین صرف چند احکام کا نام نہیں ہے بلکہ دین زندگی کے ہر حصے میں موجود ہے۔ ہم زندگی کا ایک لمحہ بھی دین کے بغیر نہیں گزار سکتے۔ خدا نے ہمیں دینی اصول دیے ہیں جن پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ہماری حکومت بھی اسلامی ہونی چاہیے۔ اُس ملک کے لوگوں نے اس اچھے انسان کی بات کو مان لیا اور لوگوں میں تبدیلی آنے لگی۔ پھر یہ تبدیلی بڑھتی گئی اور ہر چیز اسلامی اصولوں کے مطابق ہو گئی۔ اس اچھے انسان نے لوگوں کو اللہ کے راستے پر چلنے کا طریقہ بتایا۔ اس اچھے انسان کا نام سید روح اللہ موسوی خمینیؒ تھا۔ ہمیں بھی چاہیے کہ امام خمینیؒ کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں تا کہ دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کر سکیں۔

# آدابِ اسلامی

## سلام کے آداب

سعد اور جواد باغ میں ایک ساتھ فٹ بال کھیل رہے ہیں کہ اتنے میں ان کا دوست زین اُن کے پاس آتا ہے اور ساتھ کھیلنے کے لیے کہتا ہے۔

"سعد! جواد! کیا تم مجھے اپنے ساتھ کھلاؤ گے؟ میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ فٹبال کھیلنا چاہتا ہوں"۔

سعد نے فٹبال کو زین کے ہاتھ میں دیتے ہوئے سلام کیا اور پھر کہا "کیوں نہیں میرے دوست! تم بھی ہمارے ساتھ کھیلو مگر بات کرنے سے پہلے سلام کرتے ہیں اور آپ نے سلام کیے بغیر ہی ہم سے بات کرنا شروع کر دی"۔

جواد نے بھی آگے بڑھتے ہوئے کہا "جی ہاں! پہلے سلام پھر کلام"۔

زین نے شرمندگی سے کہا "غلطی ہو گئی، میں کھیل کے جوش اور شوق میں سلام کرنا ہی بھول گیا۔ السلام علیکم، میرے دوستوں"۔

(سعد اور جواد نے سلام کا جواب دیا پھر تینوں ہنسنے لگے اور فٹ بال کا کھیل شروع کر دیا) کھیل سے فارغ ہو کر جب تھک کر ایک بینچ پر تینوں بیٹھ کر چپس کھا رہے تھے اس وقت جواد نے زین اور سعد سے کہا "معلوم ہے، کل میرے بابا نے مجھے سلام کرنے کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے۔ سلام کرنے کے بہت سے آداب بھی ہیں اور سلام کرنے کے بہت سے فوائد بھی ہیں"۔

زین نے فوراً کہا "تو پھر آپ ہمیں بھی سلام کے آداب اور فائدے بتائیں نا۔" "جی ضرور، کیوں نہیں!" یہ کہہ کر جواد نے بتانا شروع کیا۔

"دیکھو سعد اور زین! سلام کرنے کا سب سے پہلا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے انسان کے اندر سے غرور ختم ہو جاتا ہے اور انکساری پیدا ہوتی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ سلام فرماتے ہیں کہ

**مِن التَّواضُعِ أن تُسَلِّمَ على مَن لَقِيتَ**

"جس سے تم مل رہے ہو اس پر سلام کرنا تواضع میں سے ہے"۔

"کیا واقعی سلام کرنے سے غرور و تکبر ختم ہو جاتا ہے؟" سعد نے فوراً سوال کیا۔

"جی بلکل! اگر یقین نہیں آتا تو آزما کر دیکھ لو۔۔۔" جواد نے جواب دیتے ہوئے بات کو آگے بڑھایا۔

"سلام کرنے کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ سلام کرنے سے انسان کا دوسروں کے ساتھ محبت و احترام ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایک بہت ہی اہم فائدہ یہ ہے کہ جو سلام سے اپنی بات شروع کرتا ہے اللہ اُسے بہت زیادہ انعام دیتا ہے"۔

حضرت علی علیہ سلام فرماتے ہیں کہ "سلام میں ۷۰ نیکیاں ہیں، جن میں سے ۶۹ سلام کرنے والے کے لیے اور ایک جواب دینے والے کے لیے ہوتی ہے"۔

سعد اور زین بہت توجہ سے جواد کی باتیں سُن رہے تھے۔ سعد نے کہا "آج سے پہلے تو میں نے کبھی سلام کے اس قدر فائدے نہیں سُنے تھے"۔

جواد نے مُسکراتے ہوئے کہا"دوستوں!اس کے علاوہ بابا نے یہ بھی بتایا ہے کہ سلام کرنے والا اللہ اور رسولؐ کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور جو شخص سلام نہیں کرتا وہ کنجوس ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"لوگوں میں سے کنجوس ترین انسان وہ ہے جو سلام کرنے میں کنجوسی سے کام لیتا ہے"۔

علی نے پہلو بدلتے ہوئے بولا"جواد اور سعد بھائی!یہ سب تو سلام کے فائدے تھے جو میں نے آپ کو بتائیں۔اب میں آپ کو سلام کرنے کے آداب بھی بتاتا ہوں جو میرے بابا نے مجھے سکھائے ہیں اور میں جب بھی کسی کو سلام کرتا ہوں تو ان آداب کا خیال رکھتا ہوں۔"

"آپ ہمیں ضرور سلام کرنے کے آداب بھی بتائیں تاکہ ہم بھی ان کا خیال رکھ سکیں"۔سعد نے میں اپنی چاہت کا اظہا کرتے ہوئے کہا۔

آداب سلام یہ ہے کہ:

ا۔چھوٹا بڑے کو،سوار پیدل کو اور کھڑا ہوا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔

۲۔سلام کرنے میں فرق نہ کرنا۔

مسلمان کو یہ نہیں کرنا چاہیے کہ وہ سلام کرنے میں امیر و غریب کے درمیان فرق کریں بلکہ اُسے سب لوگوں کو برابر سلام کرنا چاہیے کیونکہ امام رضاؑ فرماتے ہیں"جو کوئی فقیر مسلمان سے ملاقات کرے اور اس پر سلام کرے اور وہ سلام اُس سلام جیسا نہیں ہو جو اُس نے امیر کے ساتھ کیا تھا تو قیامت کے دن اللہ ایسے فرد پر غصہ ہو گا۔"

جواد نے سوچتے ہوئے کہا"ہم م م م!پھر اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ڈرائیور،گھر میں کام کرنے والے نوکر،کوڑا جمع کرنے والے جمع دار،اِن سب کو ہمیں خود آگے بڑھ کر سلام کرنا چاہیے"۔

"جی بلکل ایسا ہی ہے"۔علی اور سعد نے مل کر کہا اور پھر علی نے مزید سلام کے آداب بتاتے ہوئے کہا:

۳۔سلام کرتے ہوئے اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ سلام کسی کو دکھانے کے لیے یا کسی کے سامنے اپنے آپ کو اچھا ثابت کرنے کے لیے بھی نہ ہو۔

"علی بھائی!واقعاً میں حیران ہوں کہ اسلام نے سلام کو اتنی اہمیت دی ہے اور اتنے زیادہ آداب و فائدے بتائے ہیں۔آجکل ہم دیکھتے ہیں کہ

لوگ اپنے گھروں میں اور دوسری جگھوں پر نہ صرف یہ کہ سلام نہیں کرتے بلکہ اس کی جگہ پر hi, hello کا استعمال زیادہ کرنے لگے ہیں"۔ سعد نے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

"بھائی بلکل!آج سے ہم تینوں وعدہ کرتے ہیں کہ ہم سلام کے تمام آداب کا خیال رکھیں گے اور اسے دوسروں کو بھی بتائیں گے۔"یہ کہہ کر علی نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور پھر جواد اور سعد نے علی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کیا۔

Avialable At: kids.mashrabenaab.com
Contact: 0341-9437476